ڈاکٹر عارف اشتیاق
Assistant Professor, Satyawati College, University of Delhi

فکرِ دینی کی تثلیث

اقبال، مولانا علی میاں ندوی اور قاضی محمد عدیل عباسی

قاضی عدیل عباسی ایک وکیل، مجاہدِ آزادی، صحافی، صاحب طرز ادیب، سیاستداں اور ماہر تعلیم کی حیثیت سے معروف ہیں۔ وہ بیسویں صدی میں مسلمانوں کی بنیادی اور صالح تعلیم کی فکر کرنے والی چند ہستیوں میں سے ایک ہیں۔ ان کی ایک دوسری حیثیت اقبال شناس کی بھی ہے جنہوں نے عالم اسلام کی ایک عبقری شخصیت اور اقبال شناس علامہ سید ابوالحسن علی ندوی (علی میاں) کی فکر سے روشنی حاصل کی اور بڑے کارنامے انجام دیئے۔ دینی تعلیمی کونسل کی بنیاد اسی صائب فکر کا نتیجہ ہے۔ جس کے مقاصد مسلمانوں میں دینی ادارے قائم کرنا اور اردو تعلیم کے ذریعہ ایسے نصاب تیار کرنا جو دین وایمان کی بقا اور ترویج واشاعت کا حامل ہو اور ساتھ ہی جدید تقاضوں سے بھی آشنا رہے۔

ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد مسلمان دھیرے دھیرے سماجی ومعاشی اور تعلیمی سطح پر کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا گیا۔ جہاں ایک طرف مسلم دانشوروں کا ایک بڑا طبقہ نقل مکانی کر کے پاکستان جا بسا تھا وہیں بعض اہل علم ایسے بھی تھے جنہوں نے ملک کی سالمیت، اس کی بقا کو اپنا نصب العین بنائے رکھا اور دیگر قدروں کے ساتھ حسن سلوک، آپسی بھائی چارہ اور تعلیم کو فروغ دینے میں تعاون کیا۔ لیکن ہندوستان کے ایک سیکولر اسٹیٹ بن جانے کے بعد مسلمانوں کی نئی نسل کے لیے اسلام کے بنیادی عقائد اور اپنے قدیم ملی تشخص اور امتیاز کے ساتھ زندگی گزارنا ایک اہم مسئلہ تھا۔

وہیں دوسری طرف حکومت کی مشنری کے موثر افراد کی وجہ سے فطرتاً اس میں سارے فرقوں کے ساتھ یکساں اور مساویانہ طرز عمل کا باقی رہنا نہایت دشوار تھا۔ ماضی کی تلخیاں، پاکستان کے قیام اور ہندو

احیائیت اور غیر مذہبی نصاب کے واضعین کی فرقہ وارانہ ذہنیت بھی کارفرما تھی۔ بنیادی نصاب تعلیم میں ہندو دیومالا کی باتیں اوغیر سیکولر کہانیاں صاف طور پر شامل کیے جانے لگے۔

بعض صاحب بصیرت جن میں قاضی عدیل عباسی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی پیش پیش ہیں یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ کس طرح ملک کا بنیادی نصاب جن میں اخلاقیات اور سبق آموز قصے کہانیوں پر مشتمل ہوتا کہ ملک کے سیکولر کردار کو بحال رکھا جائے اور کسی خاص مذہب یا فرقے کی تلقین و تبلیغ سرکاری پلیٹ فارم سے نہ ہو۔

اس تعلق سے ایک پیش رفت یہ ہوئی کہ مسلمان بیسک اور بنیادی تعلیم کا انتظام اپنے بچوں کے لیے خود کریں۔ اس کے لیے مدارس اور مکاتب قائم کیے جائیں جن مسلمان گھرانوں کے بچوں کی ابتدائی تعلیم اردو عقائد اور مذہب و دینیات کے مطابق ہو۔ جس سے اپنے بچوں کی ذہن سازی ہو سکے۔

اس مقصد کے لیے قاضی عدیل عباسی نے اپنی پوری توانائی اور اپنی تمام ذہنی صلاحیتیں صرف کیں۔ جس کے لیے ۱۹۵۵ سے ہی بلکہ انجمن ترقی اردو ہند میں ۱۹۵۰ میں بستی میں شاخ کے قیام سے شروع کردی تھی۔ قاضی صاحب نے دینی ادارے قائم کرنے اور ابتدائی دینی تعلیم کے لیے ایک منصوبہ بنانے کے بعد ضلعی سطح پر انجمن تعلیمات دین قائم کی۔ جس میں مدارس کو خود کفیل بنانے کے لیے انہوں نے چٹکی اور کھلیانی وصول کرنے کا طریقہ رائج کیا۔ اس تحریک کی کامیابی پر دینی تعلیمی کونسل کے قیام کا منصوبہ بنا کر دانشوروں کی ایک کانفرنس بلائی اور دینی تعلیمی کونسل کا قیام عمل میں آیا۔ اس منصوبے کے پس پشت عالمی شہرت یافتہ عالم دین مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کاوش شامل تھی۔ جنہوں نے قاضی صاحب سے اصرار کیا کہ اپنے دائرہ سے باہر نکل کر ضلعی سطح کے بجائے صوبائی سطح پر کام کریں۔

بالآخر ۳۰/۳۱/دسمبر ۱۹۵۹، یکم جنوری ۱۹۶۰ کی تاریخوں میں صوبائی دینی کانفرنس بلائی۔ جس میں ملک کے کونے کونے سے اہل علم و دانش حضرات اور دانشوروں کو دعوت دی گئی اور مشورے لیے گئے۔ اس کے صدر بھی مولانا علی میاں ندوی کو ہی بنایا گیا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کا خیال ہے:

> ہندوستانی مسلمانوں کی ملی تشخص اور ان کے بنیادی مسائل کی تاریخ لکھنے والا اس کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔ تقسیم ہند کے بعد مشکل سے دو ایک تحریکیں ہوں گی جو دینی تعلیمی کونسل کی طرح ٹھوس بنیادی اور وقت کے اہم ترین مسئلہ پر شروع کی گئی ہوں۔"(۱)

قاضی صاحب شروع سے ہی اقبال سے دیرینہ الفت ومحبت کرتے تھے اور زندگی بھر ان کے فکر وخیال کا مجسم آئینہ بنے رہے۔ قاضی صاحب کی ہم جہت شخصیت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ قوم کا سچا درد رکھتے تھے اور اس کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اقبال کے روزانہ بلا چند سو اشعار پڑھے مجھے چین نہ آتا تھا۔ اخبار زمیندار کی عظیم مشغولیت کے زمانے میں بھی جسے جہاد سمجھ کر ہم لوگ نکال رہے تھے۔ میرا یہ مشغلہ بند نہیں ہوا۔(۲)

اقبال سے ذہنی ہم آہنگی اور ان کے فکر وخیال کے مطالعہ سے جو تاثر قاضی صاحب کے دل پر قائم ہوا وہ یہ کہ اقبالؔ نے اپنی نظموں میں جن تعلیمات کی شرح کی ہیں وہ اسلامی فکر سے متاثر ہیں۔ اور جیسے جیسے اقبالؔ کی شاعری مزید سامنے آتی گئی یقین میں پختگی آتی گئی۔ قاضی صاحب کی نظر میں اقبال کے تئیں عقیدت واحترام کا یہ عالم تھا کہ گفتگو کے دوران کسی کے نزدیک جہاں کوئی کسر نظر آتی تھی پیمانہ صبر لبریز ہو جاتا تھا اور قوت برداشت جواب دے دیتی تھی۔

زمیندار کی ادارت سے سبکدوشی پر لاہور سے واپسی کے بعد مجنوں گورکھپوری کا مضمون بعنوان ’’اقبال‘‘ منظر عام پر آیا جس میں اقبالؔ کو کمتر شاعر بتایا گیا تھا۔ اس وقت جواب میں قاضی صاحب نے چند مضامین قلم بند کیے تھے جس میں سے صرف دو شائع ہو سکے باقی بعد میں نظر ثانی کے بعد ’’اقبال کا فلسفہ حیات وشاعری‘‘ کے عنوان سے شائع ہوا اور ہر خاص وعام میں مقبول ہوا۔ جس سے قاضی عدیل عباسی شخصیت کے جہاں دیگر جہات کے حامل تھے وہیں اقبالؔ شناس کی حیثیت کے متحمل ہوئے۔

قاضی صاحب اقبالؔ کے فلسفے اور فکری سرچشمے کو قرآن وحدیث کی دین تصور کرتے ہیں وہ کہتے ہیں

’’اس کے موضوعات گفتگو اسلامی اس کے افکار اسلامی اس نوعیت بحث اسلامی

چنانچہ ان سب کی شرح میں اقبال کے اشعار اسلامی اور صرف اسلامی۔‘‘(۳)

اس سلسلے میں مولانا ندوی کی رائے بے محل نہیں کہ اقبال کا یقین عقیدہ ومحبت کا ایسا حسین امتزاج ہے جو اس کے قلب ووجدان، اس کی عقل وفکر، اس کے ادارہ تصرف، اس کی دوستی ودشمنی غرض کی اس کی ساری زندگی پر چھایا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال اسلام اور اس کے پیغام کے بارے میں راسخ الایمان تھے۔(۴)

ان کی اس رائے سے سو فیصد اتفاق کرنا پڑے گا کہ اقبال کو فلسفی شاعر عرف عام کے معنوں میں قرار دینا سخت غلطی ہے۔ دراصل ایک مجدد تھا اور اس نے عجمی تفصیلات اور غیر اسلامی

افکار کے بجائے خالص اسلامی تصورات کو پیش کرنے کے لیے ارادتاً اشعار لکھے ہیں۔

علامہ اقبال نے اپنے گرد و پیش سے جس طرح سروکار رکھا اور جس طرح تہذیبی، سیاسی، فلسفیانہ، اور سماجی یلغار پر اپنے ردعمل کا ہر دور میں اظہار کیا اس کی کوئی دوسری مثال برصغیر کے مسلم دانشوروں میں مشکل سے تلاش کی جاسکتی ہے۔ مولانا ندوی بھی انہیں صفات کے متحمل تھے۔ ان کا خیال ہے کہ جہاں اقبال عصری نظام تعلیم پر تنقید کرتے ہین اس سے ان کی مراد جدید مغربی تعلیم کے علاوہ اور کچھ نہیں، جو لادینیت کی طرف لے جاتی ہے۔(۵)

قاضی عدیل عباسی کی تحریک ''دینی تعلیمی'' کونسل کے پس پشت اقبال کی فکر کارفرما نظر آتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ علم ایک وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے اور اس میں دیگر علوم کے ساتھ ساتھ سائنس بھی شامل ہے۔ محمدؐ نے کہا ہے کہ اطلب العلم ولوکان بالصین (علم حاصل کرو خواہ وہ چین میں ملے) لیکن بعد میں اس حدیث کی توجیہات مین علم سے مراد صرف علم دین لے لیا گیا۔ اقبال کے نزدیک ترکوں کی عظمت کا راز جدید علوم تھے لیکن جب یورپ میں علم کی روشنی آئی تو ترکون نے اس سے اجتناب کیا اسی لیے ان کی حکمرانی بھی جاتی رہی، قاضی عدیل عباسی کا خیال ہے کہ دنیائے اسلام کے مدارس بالخصوص ہندوستان میں مذہبیات کے علاوہ جن سے مراد قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم ہے اس میں صرف آرٹ کے بعض اجزاء کی تعلیم دی جاتی ہے مثلاً قدیم فلسفہ، قدیم منطق وغیرہ۔ سائنس کی تعلیم شجر ممنوعہ کی حیثیت رکھتی ہے اور علوم جدیدہ سے اجتناب و اعتراض عین اسلام تصور کیا جاتا ہے۔ قاضی عدیل عباسی نے شعارنا الوحید الی الاسلام من جدید یعنی جدید علوم کو اسلامی روح کے ساتھ رائج کرنے کو ایک مشن کے طور پر شروع کیا اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے۔

قاضی عدیل عباسی ایک سیاستداں بھی تھے وہ اقبال کے فکر و فن پر گہری نظر رکھتے ہیں اقبال کے نزدیک تصور وطنیت ہو یا تصور جمہوریت اگر اس میں انسانیت کی فکر اور صالح قدروں کی پاسداری نہ ہو تو یہ سب بیکار ہیں۔ اقبال کا خیال ہے کہ عالم میں ایک ایسی حکومت قائم کرنا چاہیے جو قید وطن سے آزاد ہو اور جس کی اساس سرحدوں پر نہیں بلکہ اصول وقوانین شرع پر ہو۔ اس سلسلے میں علامہ جمال الدین افغانی کے ہم خیال ہیں۔

اقبال کی فکر و نظر میں عالمگیریت اور آفاقیت اسلام اور صرف اسلام ہی میں پنہاں ہے نہ کہ جیسا کہ مجنوں گورکھپوری کے مطابق اقبال کا پیام اس حیثیت سے محدود ہے کہ وہ اسلام اور حقائق اسلام کی شرح ہے۔(۶)

اقبال کی نظر میں اسلام ایک ایسا طرز زندگی ہے جس کے اندر تمام مصائب ومشکلات کا مداوا کرنے کی صلاحیت ہے اور محمدؐ انسانیت کے نجات دہندہ ہیں قاضی عدیل عباسی کی کتاب ''اقبال کا فلسفہ حیات اور شاعری'' کے اسباق مثلاً اقبال اور اسلام، خاتم النبیینؐ، مقام نبوت، رسالت، نیابت الٰہی، عشق رسول، اقبال کا تصور مدینہ وغیرہ کو اسی تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔اور وہ ایک طرف اس زمانے کے تمام مفکرین کی طرح اتحاد اسلام (پین اسلام ازم) کے ذریعے اسلام کا دینوی اقتدار واپس لانا چاہتے تھے اور دوسری طرف ملت اسلامیہ میں جو غلط نظریات پیوست ہوگئے تھے ان کی اصلاح کرنے کے خواہش مند تھے۔۔۔اس طرح اقبال نہ صرف ایک مفکر اسلام تھا بلکہ ایک مجدد تھا اور اس نے آب سر چشمہ اسلام سے تشنگان معرفت کو سیراب کیا ہے۔(۷)

قاضی صاحب اقبالؔ کے سلسلے میں اپنے دیرینہ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں زمانہ طالب علمی سے ہی اقبالؔ کی نظم، ابوالکلام آزاد کی نثر اور حسرت موہانی کے عمل کا بڑا معتقد رہا اور بڑے ذوق وشوق سے ان تینوں کا مطالعہ کرتا تھا۔

مولانا ندوی کی طرح قاضی صاحب بھی اقبال کو کوئی انسانی صفات سے اعلیٰ وارفع چیز تصور نہیں کرتے بلکہ اقبال کی صاف گوئی کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ایک دن اقبال نے مجھ سے کہا کہ آپ وسط ایشیا میں جا کر کام کیجیے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب وسط ایشیا، روس اور اسلامی اقتدار کی کشمکش میں تھا اقبال نے کہا کہ آپ دریافت کریں گے کہ میں خود وسط ایشیا کیوں نہیں جاتا۔تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے اندر جذبہ ہے لیکن ہمت کی کمی ہے۔شعر میں اقبال نے کہا تھا کہ

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

لیکن بقول قاضی عدیل عباسی جن لوگوں نے کسی شاعر کے کلام کو اس کے عمل کے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے۔انہیں بہت دور از کار دلایل سے کام لینا پڑا ہے۔لیکن ناقدین فن کے لیے یہ رواج سا ہو گیا ہے کہ وہ کلام شاعر کو اس کے ذاتی احوال وکوائف کا مرقع تصور کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے شاعر نبی یا پیغمبر نہیں ہوتا لیکن اپنے حالات اور ماحول کی فضاؤں کو وہ عبور نہ کر سکے تو اس کا فن ناقص ہے۔اسی لحاظ سے اقبالؔ اپنی بعض انسانی کمزوریوں کے باوجود ملت کا مسیحا، غمگسار، ہمدرد اور پیشوا تھا جس نے ایک

صدی کے پورے سیاسی منظرنامے کومتاثر کرنے میں اہم کردارادا کیااور امت مسلمہ کوخواب غفلت سے بیدارکرکے قران وسنت کی روشنی میں نئی راہوں کی تلاش وجستجو کی طرف گامزن کیا۔

قاضی عدیل عباسی کے مشن اور انکی تحریک کو اقبال کے ان اشعار سے سمجھا جا سکتا ہے۔

اے پیرحرم رسم ورہ خانقہی چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سحری چھوڑ
اللہ رکھے تیرے جوانوں کوسلامت
دے ان کوسبق خود شکنی خودنگری کا
تو ان کوسکھا خارہ شگافی کے طریقے
مغرب نے سکھایا انہیں فن شیشہ گری کا

قاضی عدیل عباسی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی دونوں زندگی بھر اقبال کے پیغام کی ترویج واشاعت کے لیے کوشاں رہے اور عملی اقدامات کیے۔دونوں نے اقبال کا زمانہ پایا تھااوران سے ملاقاتیں کی تھیں۔مولانا ابوالحسن علی ندوی نے ''نقوش اقبال'' کواور قاضی عدیل عباسی نے ''اقبال کا فلسفہ حیات اور شاعری'' کے ذریعہ ملت میں اقبال کے پیغام کو پہونچایا جس کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

☆☆☆

حوالے:۔

(۱)مولانا ابوالحسن علی ندوی،کاروان زندگی،جلد اول،مکتبہ اسلام،لکھنو ۱۹۹۴،ص:۴۶۲
(۲) قاضی عدیل عباسی،اقبال کا فلسفہ حیات اور شاعری، بک سروس،دہلی،۱۹۷۱،ص:۱۰
(۳)ایضاً،ص:۷
(۴)مولانا ابوالحسن علی ندوی،نقوش اقبال،مجلس تحقیقات ونشریات اسلام،لکھنو،۲۰۰۶،دسواں ایڈیشن،ص:۴۶
(۵)ایضاً،ص:۷۰
(۶) قاضی عدیل عباسی،اقبال کا فلسفہ حیات اور شاعری، بک سروس،دہلی،۱۹۷۱،ص:۸۲
(۷)ایضاً،ص:۸۱